



Title

Journal of BAHISEEN

Issue

Volume 03, Issue 04,
October-December 2025

ISSN

ISSN (Online): 2959-4758

ISSN (Print): 2959-474X

Frequency

Quarterly

Copyright ©

Year: 2025

Type: CC-BY-NC

Availability

Open Access

Website

ojs.bahiseen.com

Email

editor@bahiseen.com

Contact

+923106606263

Publisher

BAHISEEN Institute for
Research & Digital
Transformation, Islamabad

مقاصد شریعہ کے متعلق امام غزالیؒ کے نظریات: ایک تحقیقی جائزہ

Imam al-Ghazālī's Perspectives on the Objectives of Sharī'ah
(Maqāṣid al-Sharī'ah): A Research Analysis

Seema Faraz

MPhil Scholar in Islamic Studies, University of Malakand

Email: shad61908@gmail.com

Dr Badshah Rehman (Corresponding Author)

Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Malakand

Email: badshah742000@yahoo.com

Dr. Aziz Ahmad

Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Malakand

Email: azizroomi92@gmail.com

Abstract

Imam Al-Ghazali's theory on the objectives of Shariah (Maqasid al-Shariah) emphasizes the preservation of five essential elements for human well-being and societal harmony: religion (deen), life (nafs), intellect (aql), lineage (nasl), and wealth (maal). According to Al-Ghazali, the core aim of Shariah is to safeguard these necessities at three levels: necessities (daruriyyat), needs (hajiyyat), and enhancements (tahsiniyyat). He believed that any legal ruling must ultimately serve one of these objectives, ensuring justice, balance, and the common good. His framework laid the intellectual foundation for later scholars and continues to shape contemporary Islamic legal and ethical thought, especially in aligning law with human welfare.

Keywords: maqasid-al-shariah, Maslahah, Daruriyah, Hajiyyat, Tahsiniyyat, Hifz al-din, Hifz al-nafs, Hifz Al-Aql, Hifz al-nasl, Hifz al-Mal

مقاصد شریعت کے متعلق امام غزالیؒ کا نظریہ

مقاصد

مقاصد مقصد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں میانہ روی جو افراد و تفریط سے پاک ہو اور شاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ اپنی چال میں میانہ روی رکھو۔¹
اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے: "ترجمہ میانہ روی سے دین پر چلتے رہو منزل تک پہنچ جاؤ گے"²

شریعت

عربی زبان میں پانی کے منبع اور سرچشمے کو کہتے ہیں نیز دین، ملت، طریقہ، سنت اور منہاج پر بھی شریعت کا لفظ بولا جاتا ہے۔

انسان کے زندہ رہنے اور تروتازہ رہنے کیلئے جیسے پانی انتہائی اہم اور ضروری عنصر ہے اسی طرح انسانوں کی روح کی تازگی اور زندگی کی کامیابی اور اصلاح کیلئے دین اسلام ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دین اسلام سے زندگی گزارنے کے اصول اور کامیابی حیات کے بارے میں معلومات ملتی ہے۔

شریعت کے مقاصد کا اصطلاحی مفہوم

قدیم دور کے علماء و فقہاء کے زمانے میں یہ علم مستقل طور پر موجود نہیں تھا بلکہ عموماً تمام دینی علوم اور خاص طور پر اصول فقہ کے ذیل میں اس علم فن سے بحث کی جاتی تھی چنانچہ مصلحت حکمت منفعت اور اصرار وغیرہ کی جو تعبیرات دینی علوم میں ملتی ہیں وہی مباحث مستقل موضوع اختیار کر کے ایک مستقل علم کی شکل اختیار کر گئی۔ موجودہ زمانے میں اس موضوع پر ایک بہترین کتاب تحریر کرنے والے شیخ نور الدین الحادمی نے اس علم کی جامع ترین تعریف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: "المقاصد هي المعاني الملحوظة في الأحكام الشرعية، --- ومصلحة الإنسان في الدارين"³۔

ترجمہ "مقاصد شریعت سے مراد ان تمام غایات اور مقاصد کا مجموعہ ہے جنہیں شریعت نے اپنے احکام کی تشکیل میں پیش نظر رکھا ہے، نیز وہ نتائج و فوائد بھی اس میں شامل ہیں جو احکام شرعیہ کے نفاذ سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ مقاصد خواہ جزوی حکمتوں کی صورت میں ہوں، یا واضح مصالح کی شکل میں، یا صرف اصولی و اجمالی رہنمائی پر مبنی اشارے ہوں۔ ان سب کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملی اظہار اور انسان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی اور نفع کا حصول۔"

خلاصہ کلام یہ بھی ہے کہ ایک حکیم و خیر ذات باری تعالیٰ نے احکام شریعت میں اپنے بندوں کے لیے جو فائدے اور نقصان رکھے ہیں وہی مقاصد شریعت کے مقاصد کہلاتے ہیں۔

مثلاً روزے کا فائدہ تقویٰ کا حصول اور پرہیزگاری بیان کیا گیا ہے تو یہ تقویٰ کا حصول شرعی مقصد کہلائے گا۔ جہاد کا ایک مقصد جارح دشمن کی جارحیت کو دفع کرنا ہے تو یہی مقصد شرعی مقصد کہلاتا ہے۔

نکاح کا مقصد اپنی شرمگاہ اور نظروں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اولاد کا حصول بھی ہے تو یہی مقصد جو نکاح کرنے کا ہے اسے ہم شرعی مقصد کہتے ہیں۔ ان سب سے مراد یہ ہیں کہ شرعی مقاصد اور فوائد کا علم بہت گہرا اور وسیع علم ہے مگر جس طرح ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ان سب مقاصد کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرنا ہے اور انسانوں کو دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ترجمہ: "ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے یہ پیغام دے کر کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچ کر رہو۔"⁴

مقاصد شریعت کی بات کو دیگر بعض اہل علم نے یوں بھی بیان کیا کہ شریعت کے مقاصد بنیادی طور پر دو ہی ہیں

i. دینی اور دنیاوی نقصانات اور فسادات کا دفعیہ

ii. دینی اور دنیاوی منافع اور مصالح کا حصول

امام غزالیؒ

ولادت باسعادت:

امام غزالیؒ کا اصل نام محمد تھا، جبکہ علمی دنیا میں آپ کو حجة الاسلام کے لقب سے شہرت ملی۔ آپ کی نسبت غزالی کے طور پر معروف ہوئی، اور سلسلہ نسب محمد بن احمد تک پہنچتا ہے۔ آپ کا تعلق خراسان سے تھا۔ جو اس دور میں ایک اہم صوبہ شمار ہوتا تھا۔ اور اس کے اندر موجود ضلع طوس میں دو مرکز قصبے تھے: طاہران اور طوقان۔ امام غزالیؒ کی پیدائش سن 450ھ میں طاہران ہی میں ہوئی⁵۔

آپ کے والد روزگار کے لیے اون کات کر اس کا دھاگہ فروخت کیا کرتے تھے، اسی نسبت سے خاندان کو غزالی کہا جانے لگا، کیونکہ لفظ ”غزال“ کے معنی ریشم یا اون کاتنے والے کے ہیں۔ عربی قواعد کے اعتبار سے ”غزال“ کی نسبت غزالی ہلکے تلفظ (بالتخفیف) کے ساتھ ہی کافی تھی، تاہم خوارزم، جرجان اور اس سے ملتے جلتے علاقوں میں نسبت بنانے کا رواج ذرا مختلف تھا؛ وہاں پیشوں اور مقامی ناموں کے ساتھ ی لگانے کا چلن تھا۔ جیسے عطارد سے عطاری اور قصار سے قساری۔

علامہ سمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ غزالہ طوس کے نواح کا ایک گاؤں تھا اور امام غزالیؒ اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے ان کے نزدیک ”غزالی“ کی نسبت تشدید کے بغیر درست ہے۔ ابن خلدون نے اپنے بھائی امام احمد غزالی کے حالات میں سمعانی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ رائے اکثر مورخین کی تحقیق کے خلاف جاتی ہے، اگرچہ چند اہل علم نے سمعانی کی بات کی تائید بھی کی ہے۔ فیومی نے المصباح میں شیخ محی الدین کی روایت نقل کی۔ جو ساتویں پشت میں امام غزالیؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ کہ ہمارے نانا کا نام تخفیف کے ساتھ تھا، نہ تشدید کے ساتھ۔ تاہم غالب محققین کے نزدیک پہلی ہی تحقیق زیادہ معتبر ہے، اور اس کی مضبوط وجہ یہ بتائی گئی کہ طوس کے ضلع میں ”غزالہ“ نام کا کوئی گاؤں پایا نہیں جاتا۔

امام غزالیؒ کے خاندانی پیشے کے ذکر سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس دور میں تعلیم اتنی عام اور قابل رسائی ہو چکی تھی کہ نہایت معمولی پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی علمی میدان میں غیر معمولی مرتبہ حاصل کر لیتے تھے۔ ان ہی طبقات سے وہ جلیل القدر فقہا اور محققین ابھرے جنہیں آج ہم بلند ترین خطابات — امام، علامہ، شمس الائمہ — سے یاد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

امام ابو حنیفہؒ کا تعلق تجارت کپڑا سے تھا، شمس الائمہ پہلے پہل حلوائی کے کام سے منسلک تھے، امام ابو جعفر کفنی دوز پیشے سے وابستہ تھے، اور علامہ قفال مروزی قفل سازی کے ہنر رکھتے تھے۔

تعلیم کی برکت نے یہ صورت پیدا کی کہ یہ پیشے اپنے سادہ پن کے باوجود کوئی رکاوٹ نہ سمجھے گئے؛ بلکہ بڑے بڑے اہل علم نے انہی کسب و ہنر کو اختیار کیا، اور لوگ انہیں انہی نسبتوں سے پہچانتے تھے۔ یوں فنونِ حرفہ اور علومِ دینیہ ایک دوسرے سے جدا نہ رہے بلکہ ایک ہی معاشرتی دھارے میں رچ بس گئے۔

امام غزالیؒ صاحب کی تعلیم:

امام غزالیؒ کے والد خود اپنے بچپن میں تعلیم کے مواقع سے محروم رہ گئے تھے۔ زندگی کے آخری لمحات میں انہیں اس کمی کا شدید احساس ہوا، اس لیے انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں — امام محمد غزالیؒ اور ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالیؒ — کو اپنے ایک مخلص دوست کے سپرد کر دیا، اور وصیت کی کہ: مجھے اس بات کا رنج ہے کہ میں پڑھنے لکھنے سے بہرہ مند نہ ہو سکا، لہذا میری خواہش ہے کہ میرے بیٹوں کو ضرور تعلیم دلائی جائے تاکہ میری محرومی کسی حد تک پوری ہو جائے۔

والد کی وفات کے بعد اس بزرگ دوست نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں بھائیوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور ابتدائی مراحل کی نگرانی خود کی۔ مگر کچھ عرصے بعد وہ رقم ختم ہو گئی جو امام غزالیؒ کے والد تعلیم کے اخراجات کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ اس کفایت شعار بزرگ نے صاف الفاظ میں بتایا کہ والد کا سرمایہ پورا خرچ ہو چکا ہے اور اس کے پاس بھی کوئی مالی ذخیرہ موجود نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ دونوں بھائی کسی ایسے مدرسے میں داخل ہو جائیں جہاں رہائش اور تعلیم کے اخراجات طلبہ کی کفالت کرنے والوں کے ذمہ ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے خاموشی اور ادب سے اس مشورے کو قبول کیا۔

اس دور میں باضابطہ مدارس کی تعداد کم تھی، لیکن گھروں، مساجد اور نجی درس گاہوں میں تعلیم کا ماحول بہت وسیع تھا۔ نامور علماء، محدثین اور فقہاء اپنی نشیمنگاہوں کو تدریسی مراکز بنائے ہوئے تھے، جہاں سیکڑوں طالب علم فیض حاصل کرتے۔ ان درس گاہوں کے اخراجات کا بوجھ ریاست کے معزز اور متمول افراد اٹھاتے تھے، جو علم کی سرپرستی کو باعثِ شرف سمجھتے اور بے دریغ خرچ کرتے تھے۔

آج کے دور میں بھی تعلیم بظاہر عام ہے، لیکن اس کا زیادہ تر تعلق بنیادی سطح تک محدود ہے۔ اعلیٰ تعلیم کالجوں اور یونیورسٹیوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، اور وہاں کے اخراجات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ کم آمدنی والے افراد کے لیے ان سے پورا فائدہ اٹھانا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔

امام غزالیؒ کی ابتدائی تعلیم:

امام غزالیؒ نے فقہ کی ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے معروف استاد احمد بن محمد رافکانی سے پڑھیں، جو طوس ہی میں قیام پذیر تھے اور وہیں علمی حلقہ سجایا کرتے تھے۔ بنیادی تعلیم مکمل ہونے کے بعد انہوں نے جرجان جانے کا قصد کیا، جہاں انہوں نے فقیہ و محدث امام ابو نصر اسماعیلی سے مزید علوم حاصل کرنا شروع کیے۔

اس زمانے میں تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ استاد جس موضوع پر گفتگو کرتا، طلبہ پوری توجہ سے اسے تحریر کر لیتے اور پھر انہی نوٹس کو نہایت اہتمام سے محفوظ رکھتے۔ شاگردوں کے یہ علمی نوٹس "تعلیقات" کہلاتے تھے۔ امام غزالیؒ نے بھی اس روایت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے استادوں کے خطابات پر مشتمل ایک ضخیم مجموعہ مرتب کیا تھا۔

جب وہ چند ماہ بعد اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ رہے تھے تو راستے میں ان کے قافلے پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا، اور ان کے تمام اسباب لوٹ لیے۔ لوٹے گئے سامان میں وہ قیمتی تعلیقات بھی شامل تھیں جنہیں انہوں نے بڑی محنت سے لکھا تھا۔ اس علمی مجموعے کے کھوجانے پر امام غزالیؒ کو شدید رنج پہنچا۔ اسی غم کے تحت وہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور مؤدبانہ انداز میں کہا کہ: مجھے اپنا کچھ سامان واپس نہیں چاہیے، صرف وہ تحریریں لوٹا دیں جن کے حصول کے لیے میں نے طویل سفر اور سختیاں برداشت کی ہیں۔

ان کی یہ درخواست سن کر سردار نے قہقہہ لگایا اور طنزیہ لہجے میں کہا: "اگر تمہارا علم ایک گچھے کا غد کے بغیر باقی نہیں رہتا تو تم نے آخر سیکھا ہی کیا؟" یہ کہہ کر اس نے وہ تعلیقات واپس کر دیں۔

سردار ڈاکو کے ان جملوں نے امام غزالیؒ کے دل میں گہرا نقش چھوڑا۔ گویا تقدیر نے انہیں جھنجھوڑ کر یاد دلایا ہو کہ علم کا اصل مقام کتابوں میں نہیں، حافظے اور شعور میں ہوتا ہے۔ چنانچہ وطن پہنچتے ہی انہوں نے عزم کر لیا کہ جو کچھ لکھا ہے اسے دل میں محفوظ کر لیں گے۔ انہوں نے پورے تین سال مسلسل محنت کی، یہاں تک کہ اپنے تعلیقات میں موجود تمام مباحث اور مسائل اذہر کر لیے۔

نیشاپور کا علمی سفر:

امام غزالیؒ کا شوقِ علم اس درجے تک بڑھ چکا تھا کہ عام درجے کے اساتذہ سے ان کی علمی پیاس بجھنا ممکن نہ رہا۔ اسی آرزو نے انہیں مجبور کیا کہ وہ مزید علمی کمال کے لیے اپنے شہر سے نکلیں اور وسیع تر دنیا کا رخ کریں۔ اُس دور میں اسلامی سلطنت کا ہر خطہ علوم و فنون کے چشموں سے لبریز تھا۔ چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں بھی متعدد درس گاہیں موجود تھیں، اور بڑے شہروں میں سینکڑوں جید علماء کے حلقہ درس قائم تھے۔ ہر استاد کی محفل دراصل ایک مستقل مدرسے کی حیثیت رکھتی تھی۔

اس عظیم علمی دنیا میں دو شہر خصوصی مقام رکھتے تھے: نیشاپور اور بغداد۔ ان دونوں شہروں کو علمی مرکزیت اس وجہ سے بھی حاصل تھی کہ اس زمانے میں سارے خراسان، فارس اور عراق میں دو شخصیات ایسی تھیں جنہیں تمام علوم میں کامل مہارت حاصل تھی۔ امام الحرمین^۶ اور علامہ ابواسحاق شیرازی۔ اور یہ دونوں عظیم استاد انہی دو شہروں میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چونکہ نیشاپور امام غزالیؒ کے وطن

کے زیادہ قریب تھا، اس لیے انہوں نے پہلے اسی کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے امام الحرمین کی خدمت میں زانوئے تلمذ رکھا اور آپ سے مختلف علوم کی تحصیل شروع کی۔

علمی تناظر میں نیشاپور کی حالت:

نیشاپور کی علمی حیثیت اس قدر بلند تھی کہ کہا جاتا ہے، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا باقاعدہ مدرسہ اسی شہر میں قائم ہوا، جو مدرسہ بہیقہ کے نام سے معروف تھا۔ امام غزالیؒ کے عظیم استاد امام الحرمین نے بھی اپنی ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی تھی۔

اگرچہ عام طور پر یہ بات زبانِ زدِ عام ہے کہ اسلامی دنیا کا اولین مدرسہ بغداد کا نظامیہ تھا، اور ابنِ خلکان نے بھی اسی دعوے کی تائید کی ہے، لیکن تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ مدرسہ سازی کا یہ امتیاز بغداد کو نہیں بلکہ نیشاپور کو حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بغداد کا نظامیہ قائم ہونے سے بہت پہلے نیشاپور میں کئی اہم علمی مراکز وجود میں آچکے تھے۔

مدرسہ بہیقہ کے علاوہ یہاں متعدد بڑے مدرسے فعال تھے، جن میں مدرسہ سعدیہ، مدرسہ نصریہ — جسے سلطان محمود غزنوی کے بھائی نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا — خصوصی شہرت رکھتے تھے۔

ان سب کے درمیان سب سے نمایاں اور فکری مرکزیت کا حامل ادارہ دارالعلم نظامیہ نیشاپور تھا، جو اس دور کا علمی تاج سمجھا جاتا تھا۔ امام الحرمین اسی نظامیہ میں تدریس کے منصب پر فائز تھے اور وہیں سے ان کا علمی فیضان پورے خراسان میں پھیل رہا تھا۔

آخری تصنیف:

امام صاحب آخر میں زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے اور دن اور رات مجاہدات و ریاضات میں گزارتے تھے، تاہم تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ کیا تھا۔ اصولِ فقہ میں کتاب المستصفیٰ جو ان کی نہایت اعلیٰ درجے کی تصنیف ہے ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے اس سے ایک برس بعد امام صاحب کا انتقال ہوا۔

وفات:

امام غزالیؒ نے 14 جمادی الثانی 505ھ کو طاہران میں وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک کیے گئے۔ ان کے انتقال کا واقعہ، جیسا کہ ان کے بھائی احمد الغزالی نے بیان کیا اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے، کچھ یوں ہے:

ایک پیر کی صبح امام غزالیؒ خواب سے بیدار ہوئے، وضو کیا اور نماز ادا کرنے کے بعد اپنے کفن کا تقاضا کیا۔ جب کفن لایا گیا تو اسے ہاتھ میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور بڑے سکون کے ساتھ فرمایا: ”پروردگار کا حکم سر آنکھوں پر۔“ ”یہ کہہ کر انہوں نے آرام سے پاؤں سیدھے کیے۔ حاضرین نے جب دیکھا تو روحِ قفسِ غضری سے پرواز کر چکی تھی۔ امام غزالیؒ کے انتقال کی خبر نے پورے عالمِ اسلام کو گہرے رنج میں مبتلا کر دیا؛ ہر خطے میں ان کے جانے کو ایک عظیم خسارہ سمجھا گیا۔

اولاد

امام غزالیؒ کے صاحبزادے کوئی نہ تھے؛ ان کی اولاد میں صرف چند صاحبزادیاں تھیں۔ انہی میں سے ایک بیٹی کا نام ست المنی ملتا ہے۔ ان کی نسل کئی پشتوں تک جاری رہی۔ فیومی نے کتاب المصباح میں شیخ مجد الدین کا حوالہ دیا ہے — جو ست المنی کی نسل سے چھٹی پشت میں تھے — اور وہ سات سودس ہجری کے آس پاس زندہ تھے۔ اس روایت میں امام غزالیؒ کی نسبت کے بارے میں بھی کچھ گفتگو مذکور ہے۔

تلاذہ: امام غزالیؒ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ خود امام غزالیؒ نے ایک خط میں تصریح کی ہے کہ ان کے تلامذہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ ان میں متعدد شخصیات ایسی ہوئیں جنہوں نے بعد میں علمی، سیاسی اور فکری میدانوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ مثال کے طور پر:

• محمد بن تومرت — جس نے اندلس اور مغرب میں خاندانِ تاشفین کی حکومت ختم کر کے ایک طاقتور سلطنت کی بنیاد رکھی — وہ امام غزالیؒ ہی کا تربیت یافتہ تھا۔

• قاضی ابو بکر ابن عربی — جو اندلس کے عظیم فقیہ اور محدث شمار ہوتے ہیں — وہ بھی انہی کے شاگردوں میں شامل تھے۔

امام غزالیؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے چند نام یہ ہیں:

- قاضی ابو نصر احمد بن عبد اللہ
- ابو الفتح احمد بن علی
- ابو منصور محمد بن اسماعیل
- ابو حامد محمد بن عبد الملک
- ابو سعید محمد بن علی گردی
- امام ابو سعید محمد بن یحییٰ نیشاپوری
- ابو طاہر امام ابراہیم
- ابو الفتح نصر بن محمد آذر بایجانی
- ابو الحسن سعد الخیر بن محمد الیلینی
- ابو طالب عبد الکریم رازی
- ابو منصور سعید بن محمد
- ابو الحسن علی بن محمد جوینی صوفی
- ابو الحسن علی بن مظہر دنیوری
- ابو الحسن علی بن مسلم
- جمال الاسلام

ان کے علاوہ بھی بے شمار شاگرد مختلف خطوں اور علمی مراکز میں پھیلے ہوئے تھے، جنہوں نے امام غزالیؒ کے علمی اثرات کو دور تک پہنچایا۔

امام صاحب کی تصنیفات:

تصنیفات کے حوالے سے امام صاحب کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے انہوں نے کل ۵۵-۴۵ برس کی عمر پائی تقریباً بیس برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع ہوا۔ گیارہ برس صحرا انوردی اور بادیہ پیمائی میں گزرے 'درس و تدریس کا شغل ہمیشہ قائم رہا اور کبھی کسی زمانے میں ان کے شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہیں رہی۔ فقر و تصوف کے مشغلے جدا، دور دور سے جو فتاویٰ آتے تھے ان کا جواب لکھنا الگ۔ بائیں ہمہ سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے بعض بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں اور گونا گوں مضامین پر ہیں اور جو تصنیف ہے وہ اپنے آپ بے مثال ہیں۔

مضامین کے لحاظ سے تصنیفات کی تقسیم (مشہور تصانیف):

فقہ میں انکی تصانیف: وسیط۔ بسیط۔ وجیز۔ بیان القولین شافعی۔ تعلیقہ فی فرو المذہب۔ خلاصۃ الرسائل۔ اختصار المختصر۔ مجموعہ فتاویٰ۔ غایتہ الغور، مجموعہ فتاویٰ۔

اصول فقہ میں امام غزالیؒ کی تصانیف: سین تحصین الماخذ، شفا ء العلیل، منتحل فی علم الجدل، متحول، مستصفی ما فی الخلافیات، مفصل الخلاف اصول القیاس۔

منطق: معیار العلم، محک النظر، میزان العمل، (یہ کتابیں یورپ میں موجود ہیں)۔

فلاسفہ: مقاصد الفلاسفہ، (یورپ میں اس کا نسخہ موجود ہے)۔

کلام: تحافت الفلاسفہ، منقذ، الجام العوام، اقتصاد مستظہری، فضایح الاباحیہ، و حقیقۃ الروح، قسطاس المستقیم، القول، الجمیل فی الروعی من غیر الانجیل موا الباطنیہ، تفرقہ بن الاسلام والزندقہ الراسلۃ القدسیہ تصوف اور اخلاق: احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، المقصد الاقصی، اخلاق الابرار، جو القرائن، جواہر القدس فی حقیقت النفس، مشکوٰۃ الانوار، منہاج العابدین معر السالکین، نصیحۃ الملوک،۔

امام غزالیؒ کی فکر میں مقاصد شریعت کا تصور ایک تجزیاتی مطالعہ

تمہید:

اسلامی شریعت محض ظاہری احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں ایسے مقاصد وہ مصالح کار فرما ہے جو انسان زندگی کی فلاح، عدل اور روحانی کمال کے ضامن ہیں۔ انہی مقاصد کو فقہ اور اصولیین نے "مقاصد شریعت" کے عنوان سے تعبیر کیا۔ امام ابو حامد الغزالیؒ (۵۰۵ھ-۵۴۰ھ) ان اولین متکلمین و اصولیین میں سے ہے جنہوں نے نہ صرف ان مقاصد کی وضاحت کی بلکہ ان کی اصولی بنیادیں بھی فراہم کیں ان کی تصانیف میں شریعت کے غائی پہلو، مصلحت، اور انسانی سعادت کی جامع تعبیر موجود ہے۔ یہاں پر امام غزالیؒ کے تصور مقاصد شریعت کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

امام غزالیؒ کا فکری پس منظر:

امام غزالیؒ نے فقہ، فلسفہ، تصوف اور علم الکلام کے میدانوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ نے باطن و ظاہر، عقل و نقل، اور شریعت و حقیقت کے درمیان توازن پیدا کیا۔ آہ کی اصولی تصانیف جیسے "المستصفی"، "شفاء الغلیل" اور "المنحول" میں فقہی و عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ شریعت کے غائی مقاصد پر گہری بصیرت پائی جاتی ہے۔ جبکہ "احیاء علوم الدین" میں آپ نے عبادات و اخلاق کے روحانی پہلوؤں سے مقاصد شریعت کی عملی تعبیر بیان کی۔

المستصفی من علم الاصول میں مقاصد شریعت:

امام غزالیؒ کی کتاب "المستصفی" اصول فقہ کی نہایت جامع تصنیف ہے اس میں آپ نے مصلحت کو تشریع کا مرکزی مقصد قرار دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ "مقصود الشرع من الخلق حفظ مصالحهم، وہی ان یحفظ علیہم دینہم ونفسہم وعقلہم ونسلہم و مالہم"۔⁸ یہ عبارت اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ شریعت کے تمام احکام ان انسان کے دینی، اخلاقی اور معاشرتی تحفظ کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ امام غزالیؒ نے ان مصالح کو تین درجات میں تقسیم کیا: ضروریات، حاجیات اور تحسینیات۔ یہی تقسیم بعد میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الموافقات" میں تفصیل سے اختیار کی۔

شفاء الغلیل میں علت و مصلحت:

شفاء الغلیل فی بیان الشرب والمخیل ومسالك التعلیل میں "امام غزالی نے علت احکام اور مصالح مرسلہ پر "تفصیلی گفتگو کی۔ آپ کے نزدیک ہر حکم شرعی کی بنیاد ایک حقیقی مصلحت پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "العلۃ فی الاحکام ہی المصلحت الی قصدھا الشارع من التشریع"⁹۔ یہ نظریہ واضح کرتا ہے کہ احکام کا مقصد محض اطاعت نہیں بلکہ انسانی خیر و اصلاح ہے۔ یوں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مقاصد شریعت کی اصولی بنیاد فراہم کی جسے بعد کے اصولیین نے مزید وسعت دی۔

احیائے علوم الدین میں روحانی و اخلاقی مقاصد:

احیائے علوم الدین میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کے باطنی پہلوؤں کو اجاگر کیا ان کے نزدیک شریعت کی غایت انسان کو قرب الہی اور سعادت اخروی تک پہنچانا ہے آپ فرماتے ہیں؛ "الشریعتہ کلھا تأدیب من اللہ تعالیٰ لعبادہ لیسبلعوا الی السعادتہ الابدیہ"¹⁰۔ عبادات معاملات اور اخلاقی احکام کو آپ نے تزکیہ نفس کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزالی کے نزدیک شریعت کا مقصد انسان کی باطنی اصلاح اور معاشرتی عدل دونوں کا قیام ہے۔

دیگر تصانیف میں مقاصد ری پھلو:

امام غزالی کی دیگر تصانیف مثلاً "الاتقصاد فی الاعتقاد"، "میزان العمل" اور "جواہر القرآن" میں بھی مقاصد ری فکر نمایاں ہے۔ "الاتقصاد" میں آپ نے دین کی حفاظت کو شریعت کا بنیادی مقصد قرار دیا۔ "میزان العمل" میں فرمایا: "الشرایع وضعت لتکمیل النفوس وتھذبھا حتی تصیر صالحۃ للقریب من اللہ تعالیٰ"۔ جواہر القرآن، میں آپ نے قرآنی مضامین کو مقاصد اور وسائل میں تقسیم کیا: مقاصد (معرفت اللہ، المعاد، الصراط المستقیم) اور وسائل (عبادات و معاملات)۔ یہ تقسیم دراصل قرآن کی مقاصد ری تفہیم کی بنیاد رکھتی ہے۔

امام غزالیؒ کا نظریہ مقاصد شریعت:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف عبادات یا عقائد تک محدود نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات پیش کرتا ہے اس کی تعلیمات کا مقصد انسانی فلاح عدل امن اور اخلاق کی تربیت ہے اسلامی قانون یعنی شریعت کے پیچھے کچھ اعلیٰ مقاصد کار فرما ہوتے ہیں جنہیں مقاصد شریعہ کہا جاتا ہے امام غزالی علم مفکرین میں سے ہے جنہوں نے ان مقاصد کو نہ صرف واضح کیا بلکہ انہیں اصول فقہ کا اہم ستون بنا دیا انہوں نے اپنی دو عظیم کتب احیائے علوم الدین اور المقصد الاسمی فی شرح اسماء اللہ الحسنی کے ذریعے واضح کیا کہ شریعت کا اصل مقصد صرف ظاہری احکام کی پابندی نہیں بلکہ انسان کو تزکیہ اصلاح نفس اخلاق فاضلہ اور قرب الہی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ جانا ہے۔

امام غزالی کا کہ مطابقت شریعت کے تمام احکام کا بنیادی مقصد انسانی بھلائی اور فلاح ہے انہوں نے شریعت کے مقاصد کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جنہیں مقاصد خمسہ کہا جاتا ہے جس کے مطابق دین جان عقل نسل اور مال کی حفاظت ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے شریعت میں احکام دیے گئے ہیں امام غزالی نے اپنی کتاب المستصفیٰ میں مقاصد شریعت پر تفصیلی بحث کی ہے ان کے مطابق شریعت کے تمام احکام ان پانچ بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے ہیں۔

- 1: دین کی حفاظت: اس سے مراد وہ احکام ہے جو انسان کو دین پر عمل کرنے اور اس پر قائم رہنے میں مدد دیتے ہیں جیسے عبادات عقائد اور اخلاق
- 2: جان کی حفاظت: اس سے مراد وہ احکام ہے جو انسان کی جان کی حفاظت کرتے ہیں جیسے قتل اور خودکشی سے منع کرنا اور علاج معالجے کی ترغیب
- 3: عقل کی حفاظت: اس سے مراد وہ احکام ہے جو انسان کی عقل کو محفوظ رکھتے ہیں جیسے نشہ اور اشیاء سے منع کرنا اور علم حاصل کرنے کی ترغیب دینا

4: نسل کی حفاظت: اس سے مراد وہ احکام ہیں جو نسل انسانی کی حفاظت کرتے ہیں جیسے نکاح اور طلاق کے احکام اور

5: مال کی حفاظت: اس سے مراد وہ احکام ہیں جو انسان کے مال کی حفاظت کرتے ہیں جیسے چوری و کینیت اور دھوکا دہی سے منافر کرنا اور لین دین کے احکام۔ امام غزالی کے نزدیک یہ پانچ مقاصد شریعت کے بنیادی مقاصد ہیں اور ان کی بنیاد پر شریعت کے تمام احکام کو سمجھنا چاہیے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے شریعت میں مختلف احکام دیے گئے ہیں جن میں سے بعض احکام ضروری ہے اور بعض مستحب امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ در کسی ایک مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دوسرے مقصد کو قربان کرنا پڑے تو اس کا فیصلہ حالات اور تناظر کے مطابق کیا جائے گا۔

امام غزالی کا نظریہ مقاصد شریعہ المقصد الاسنی اور احیائے علوم الدین کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

1: شریعت کا جامع تصور: ظاہر اور باطن کا امتزاج

امام غزالی کے نزدیک شریعت کا تصور محض ظاہری فقہی مسائل عبادات اور معاملات تک محدود نہیں بلکہ اس کا اصل جوہر انسان کے باطن کی اصلاح ہے احیائے علوم الدین کے آغاز ہی میں وہ اس غلط فہمی پر گرفت کرتے ہیں کہ دین کو صرف علم ظاہر یعنی فقہ فتاویٰ اور مناظرہ تک محدود کر دیا گیا ہے؛ شریعت ایک ہمہ گیر نظام ہے جو انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کو سنوارتا ہے اگر کوئی شخص صرف ظاہری عبادات پر اکتفا کرے اور دل حسد ریا اور بغل سے بھرا ہو تو ایسی عبادت بے روح ہے۔¹¹

2: شریعت کی غایت: الہی کا حصول

امام غزالی کے مطابق شریعت بننے کو اس کے رب سے جوڑنے اس کی روح کو پاک کرنے اور اسے اپنے خالق کی معرفت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے عبادات اخلاقیات اور معاملات اس طرح کے ذرائع ہیں خود مقصد نہیں؛ تمام شرعی احکام اس لیے مقرر کیے گئے ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائے اس کے اسماء و صفات سے آشنا ہو اور خود میں ان صفات کا عکس پیدا کریں۔¹²

3: المقصد الاسنی شریعت کا صفاتی مقصد

المقصد الزمی فی شرع اسماء اللہ الحسنی امام غزالی کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے 99 اسمائے حسنی کی شرح بیان کی لیکن اس شرح کا مقصد محض الفاظ کی تفسیر میں ہی بلکہ الہی صفات کی معرفت کے ذریعے بندے کی روحانی اصلاح ہے تشبیہ باللہ تشبہ امام غزالی لکھتے ہیں

مقصود شریعت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی صفات کو پہچانے اور ان سے متصف ہونے کی کوشش کریں تاکہ وہ عبد بن سکے جس میں اپنے معبود کی جھلک ہو۔¹³

اس کی مثالیں یوں بیان کی گئی ہیں کہ اللہ کریم ہے بندے کو سخی ہو نا چاہیے

اللہ غفور ہے بندے کو معاف کرنے والا ہو نا چاہیے

اللہ علیم ہے بندہ علم دوست اور متفکر ہو

اللہ صبور ہے بندے کو برداشت اور حرم پیدا کرنا چاہیے

یہی وہ اخلاقی تربیت ہے جو شریعت کا حقیقی مقصد ہے

4: عبادات راستہ ہیں منزل نہیں: امام غزالی کے نزدیک نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ جیسی عبادات بذات خود مقصد نہیں بلکہ قرب الہی کے حصول کے لیے راستے ہیں اگر یہ عبادات دل میں خشیت خضوع اور تواضع پیدا نہ کرے تو ان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے؛ اگر نماز بندے کو برائی سے نہ روکے روزہ اس کی خواہشات کو نہ توڑے اور زکوٰۃ اس کے دل سے بخل نہ نکالے تو وہ عبادت محض ایک رسم ہے شریعت نہیں۔¹⁴

5; شریعت اور اخلاق لازم و ملزوم

امام غزالی نے عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کو بھی شریعت کا بنیادی ستون قرار دیا ان کے نزدیک حسن اخلاق عہد اور گزر علم سخاوت شکر صبر توکل صدق و اخلاص وغیرہ شریعت کی روحانی قدریں ہیں عبادت اگر ان صفات کے بغیر ہو تو ناقص ہے وہ فرماتے ہیں شریعت کا حقیقی مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے جہاد کرے اس کو رام کرے اور اپنے خالق کی رضا کے لیے اپنے وجود کو سنواریں۔¹⁵

6; علم نیت اور عمل مقصد شریعت کے تین ستون امام غزالی نے علم دین کو احیاء العلوم میں دو حصوں میں تقسیم کیا نمبر ایک 1 علم ظاہر جیسے فقہ اصول احکام

2; علم الباطن جیسے نیت اخلاص صدق توکل تقویٰ

ان کے نزدیک علم کے بغیر عمل اندھا ہے

نیت کے بغیر عمل ریا ہے

اور عمل کے بغیر علم بوجھ

علم ناف و حی ہے جو عمل کو جنم دے اور عمل وہی ہے جو اخلاص کے ساتھ کیا جائے اور اخلاص وہی ہے جو اللہ کی معرفت پر مبنی ہے۔¹⁶

7; شریعت کا نتیجہ عبد صالح کی تشکیل

امام غزالی کا مقصد شریعت کا نظریہ صرف معرفت و تصوف نہیں بلکہ عملی زندگی کی تبدیلی ہے ان کے نزدیک شریعت کا مکمل نظام ایک ابد صالح یعنی اللہ کا سچا بندہ تیار کرتا ہے جو علم رکھتا ہو

عمل رکھتا

خالص نیت کا حامل ہو

اور اخلاق ربانی سے مزین ہو

جدید تناظر میں امام غزالی کے نظریے کی افادیت

اسلامی قانون سازی ہر قانون کی پشت پر فلاح ہے انسانیت اور مصلحت کا پہلو اجتہاد و فتویٰ نئے مسائل کے حل میں دلیل کا معیار انسانی حقوق عقل جان مال نسل اور مذہب کا تحفظ تعلیم و تربیت سیرت اخلاق اور سماجی توازن پر زور۔

نتائج:

امام غزالی کے نزدیک شریعت کا مقصد انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں توازن و عدل پیدا کرنا ہے احکام کی بنیاد مثال پر اور اخلاقی و روحانی پہلو کی بنیاد تزکیہ نفس پر رکھی گئی غزالی کی فکر میں مصلحت ایک جامع تصور ہے جو ظاہر اور باطن دونوں کو محیط ہے بعد کے مفکرین خصوصاً امام شاطبی نے ان کی فکر کو منظم شکل میں پیش کیا لیکن اس کی فکری بنیاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی رکھی تھی ان کا نظریہ آج بھی اسلامی قانون اخلاقیات اور تعلیم اسلام کے میدان میں رہنمائی فر فرما رہا ہے۔

امام غزالی کا نظر مقاصد شریعت ہمیں سکھاتا ہے کہ شریعت ماہ ظاہری احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک زندہ مکمل اور با مقصد نظام حیات ہے ان کے نزدیک شریعت کی اصل روح انسان کی بھلائی اخلاق کی تربیت عقل کی روشنی اور روح کی پاکیزگی ہے۔

حواشی:

¹ سورة لقمان: ۱۹² محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری الجعفی، صحیح البخاری، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ، کتاب الرقاق³ نور الدین بن مختار الحادمی، علم المقاصد الشرعية، مكتبة العبيكان، ریاض، 1421ھ / 2001ء: ص: 17⁴ سورة النحل: ۳۶⁵ الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الأعلام، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة: الخامسة عشر - أيار / مايو 2002م: ج 7، ص 22امام الحرمین کا پورا نام ابو العالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن عبد اللہ الجونی ہے (پیدائش 419 ہجری یعنی 1028 عیسوی) آپ کو امام الحرمین کا لقب اسلئے ملا کہ آپ نے طویل عرصہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تدریس فرمائی یعنی "دو حرموں کے امام" ⁶۔⁷ الزركلي، الأعلام، ج 7، ص 22⁸ - أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، المستصفی، دار الكتب العلمية، بيروت، 1413ھ / 1993ء: ج 1، ص 139،⁹ أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، إحياء علوم الدين، دار المعرفة - بيروت، ص 155¹⁰ إحياء علوم الدين ج 1 ص 30¹¹ - مقدمة إحياء العلوم: ج 1، ص 2¹² - ایضا¹³ أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، المقصد الأسنى، الجفان والجابی - قبرص، الطبعة: الأولى، 1407ھ / 1987ء: ص 34¹⁴ إحياء العلوم ص ۴۴۵¹⁵ ایضا¹⁶ - إحياء العلوم - کتاب العلم ص ۴۶